عبدالعزیز خالد کی نعتیہ شاعری پر عربی زبان کے اثرات

جہاں آراء لطفی*

ABSTRACT:

'Abdul 'Aziz Khalid is a well-known Pakistani poet of Urdu literature who belongs to 20th century. In the present era 'Abdul Aziz Khalid has a very high status as a Natiya poet. His name is very prominent in Urdu Naatiya literature. He is a scholar and researcher of various languages of the East and West. He used Persian, Arabic, Turkish, Hindi and Hebrew languages in his poetry along with Urdu. A reader can study the words, sentences, idioms, phrases of the languages he mostly use in his poetry especially Qur'anic Verses, Tradition of the Prophet (S.A.A.W) and Historical Refrences can be seen in his poetry very commonly. Particularly use of Arabic language gave his poetry more perpetuity that never became any other poet's in 20th century. Some of his books gained immense popularity especially Lehun-e-Sareer, Munhamna, Hamtaya and Farqaleet, from which I have also included in this article.

Key words: Abdul Aziz Khalid, Well-known, Pakistan, Poet, Hindu, Literature.

عبدالعزیز خالد ۱۹۲۷ء میں شاہ محمد کے گھر برچیاں کلاں تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ایم۔اے اقتصادیات میں کیا۔انکم ٹیکس آفیسر رہے۔خالد نے ریٹائر ہونے کے بعد لاہور میں سکونت اختیار کی۔خالد کے نعتیہ مجموعے فارقلیط، منحمنا، ماذ ماذ، طاب طاب، عبدہٗ بہت مشہور ہوئے۔خالد نے فارسی و عربی کے علاوہ عبرانی، ترکی اور کئی قدیم زبانوں کو جن سے وہ واقف تھے، اپنی شاعری میں استعمال کیا۔(۱)

عبدالعزیز خالد کا ایک مجموعہ کلام ''زرداغ دل'' میرے ہاتھ میں ہے اس میں خالدؔ نے کچھ عربی اور انگریزی نظموں سے متاثر ہو کر تمثیلی نظمیں کہی ہیں مجھے اس نسخے کے آخری صفحات پر شاعر کا اپنا اور انکی چونکا دینی والی شاعری کچھ تعارف ملا میں اسے یہاں شامل کر رہی ہوں تا کہ عبدالعزیز خالد کے ''اندرون خانہ'' کا بھی کچھ پتہ چلے، اپنے بارے میں لکھتے ہیں۔

''سخنور کے لئے اپنی نگارشات کی قیمت اور تخیلات کی اہمیت کا تعین بہت مشکل ہے اپنی شخصیت اکثر دلآویز معلوم ہوتی ہے اور اپنے تجربات، جذبات، احساسات، پرانوکھے اور اچھوتے ہونے کا گمان گزرتا ہے۔اپنی ذات اور اپنے عمل

* اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی　　برقی پتا: jahanaralutfi@uok.edu.pk

تاریخ موصولہ: ۲/۲/۲۰۱۴ء

کو حریفانہ دیکھ سکنے کی صلاحیت اور سکت بہت کم جگرداروں کے حصے میں آتی ہے۔(۲)

عبدالعزیز خالدؔ نے اپنے بارے مزید کہتے ہیں،

''راقم کو اس بات کا اعتراف ہے کہ منزل شوق کے متعدد مرحلے ابھی ناپیمودہ ہیں۔طالب دیدار کو ہر لحظہ نیا طور نئی برق نئی تجلی نظر آتی ہے۔طلب صادق ہو شوق محکم ہو اور طبیعت محنت پسند ہو تو ہفت خواں علم وفن کے طے ہو ہی جاتے ہیں۔دیار ہنر میں فراغت موت کے مترادف ہے۔جہاں ہنرمند نے اپنی کارکردگی پر طمانیت کا اظہار کیا وہیں سے اس کے فن کا زوال شروع ہوا۔ناتمامی اور ناتمامی کا احساس تخلیق کا بنیادی جزو اور ناگزیر الیہ ہے۔صدائے کن فیکوں کبھی مدہم نہیں پڑتی۔نگار فطرت کبھی آرائش جمال سے فارغ نہیں ہوتی(۳)

عبدالعزیز خالدؔ علم عروض کی پابندیوں سے بھی گھبراتے ہیں بلکہ ان زنجیروں کو توڑنا چاہتے ہیں تاکہ اپنے دل میں آنے والے جذبات وخیالات کو نت نئے پیراہن پہنا سکیں گویا کہ وہ ایک جیسی وردی سے اکتا گئے ہوں اور اپنے کلام کو نیلے نیلے، پیلے پیلے، اودے اودے پیرھن میں دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے جتنی زبانیں ان کے اندر رچ بس چکیں، پھل پھول کر توانا ہوئیں، وہ ان سب زبانوں کے پیراہن اپنے معانی کو پہنا دیتے ہیں،اس بارے میں ان کی رائے ہے کہ،

''یہ دور بھی پرانے ادوار کی طرح اپنے براہیم کی تلاش میں ہے جو قدماء واسلاف کی صالح اور برگزیدہ اقدار کا احترام کرنے لیکن محض مقلد اور مجاور بن کر نہ رہ جائے جو شخصیت کے سحر سے واقف اور تنقیح وتلقیح کے فوائد وحکم سے آگاہ ہو جو ماضی کی گل زمینوں میں نئے خیالات کی کاشت کرے پرانے بیل بوٹوں کی قطع برید کرے۔خس وخاشاک کو چنے، پیوند کاری سے شاخ میں نئے فنون کو داخل کر کے نونہالان گلستان کو بالیدگی اور خوش صفیرانِ چمن کو ترنم خیزی کا اذن دے(۴)

عبدالعزیز خالدؔ علوم وفنون میں لسانی تعصب کے قائل نہیں یہی وجہ ہے کہ وہ عربی فارسی،عبرانی،اردو،ہندی اور دیگر معلوم زبانوں کے الفاظ بلاتکلف وبے اختیار استعمال کرتے ہیں اور نہ صرف خود استعمال کرتے ہیں بلکہ اپنے دور کے نئے آنے والوں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں لیکن ہم عصر شعراء ان کے اس ابلاغ سے متاثر ہوتے دکھائی نہیں دیتے چنانچہ ان کے انداز پر کام کرنے والوں کی کمی ہے اور خال خال ہی ان کے مسلک پر چلنے والے سالکین دکھائی دیتے ہیں،اسکی بنیادی وجہ جو سمجھ میں آتی ہے یہ ہے کہ ہر ادیب اور شاعر اتنی زبانوں پر عبور نہیں رکھتا جتنی زبانوں پر انکو حاصل تھا، دوسری بات یہ کہ بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو روایتی پابندیوں سے گلوخلاصی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔بہرحال جدت اور ندرت کے اس داعی نے جو خدمت عربی کے فروغ کے لئے انجام دی،اور اپنے اسلاف کے جس اسلوب کو زندہ کیا،اسکی تقلید کرنے والے نعت گو شعراء جتنے بھی ہوئے،عبدالعزیز کے ہم پلہ تو نہیں لیکن وہ ایک ایسی صف میں ضرور آکھڑے ہوئے ہیں جس میں وہ شعراء صف آراء ہیں جن کے کلام پر لسان عربی مبین کے اثرات واضح دیکھے جاسکتے ہیں۔

''نیا اور پرانا ادب'' ڈاکٹر فرمان فتح پوری مرحوم جیسے صاحب الرائے اور دقیق النظر استاذ الاساتذہ کی تصنیف ہے۔ عبدالعزیز خالد کے بارے میں اپنی اس کتاب میں ایک مضمون شامل کیا ہے جو عبدالعزیز خالد کی شخصیت اور فن کا احاطہ کرتا ہے اور بڑی خوبصورتی سے کرتا ہے۔ عبدالعزیز خالد کو بطور نعتیہ شاعر جاننا ہمارا موضوع ہے تو اس ضمن میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رائے ہمارے لیے تقویت کا باعث ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''عبدالعزیز خالد کا نعتیہ شاعری کی طرف توجہ دینا ایک اور سب سے نہایت اہم خیال کیے جانے کے لائق ہے۔ آج کے لادینی عہد میں جبکہ مسلم معاشرہ سستی شہرت اور دولت کے جائز اور ناجائز حصول کو سب کچھ سمجھتا ہے اور دین کی صالح اقدار اور روایات کو اپنی کج فہمی سے حصہ ماضی خیال کرتا ہے، اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ ایسے صاحب مطالعہ اور صاحب فکر حضرات ان اقدار و روایات کی اشاعت و حفاظت کا ذمہ لیں جو اپنی خلاقانہ صلاحیتوں اور فنکارانہ سحر کاریوں کے ذریعے معاشرے کو بہ آسانی اپنی طرف متوجہ کر سکتے ہیں۔(۵)

عبدالعزیز خالد کی قادر الکلامی اور عربی داں شاعر ہونے میں کوئی شک نہیں، ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رائے اس سلسلے میں بھی بڑی دوٹوک اور واضح ہے، لکھتے ہیں:

''جہاں تک زبان و بیان کا تعلق ہے عبدالعزیز خالد کا علم، کرم اور دم کی زمین میں تقریباً ۵۰۰ اشعار کا قصیدہ کہنا ہی قادر الکلامی کی دلیل ہے۔ قصیدے کا ایک ایک مصرعہ اس بات کی شہادت ہے کہ شاعر کا مطالعہ وسیع اور اردو و فارسی کے ساتھ ساتھ عربی زبان پر بھی اس کی گرفت بہت مضبوط ہے۔ عربی زبان کے بعض فقرے تو اس خوبی کے ساتھ اشعار میں در آئے ہیں گویا وہ ایک مدت سے اردو میں مستعمل ہیں اور ہماری زبان کا جز ہیں۔ چند شعروں میں ان کا مصرف دیکھیے:

اگر بقا کا ہے ارمان تَعَاهَدُوا القُرآن   کہ ہے یہ سیل فنا میں حِصَار مُستحکَم
لبوں پہ ہے یہی تسبیح لَاتُزِغ قَلبِي   ہے دشت شوق میں ہر گام جان جوکھم کا (۶)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے عبدالعزیز خالد کی عربی آمیز شاعری کے بارے میں ایک اور بڑی اہم بات کہی ہے میں سمجھتی ہوں اس کو یہاں بیان کرنا بے حد ضروری ہے۔ یہ رائے ایک ایسی تکلیف دہ حقیقت بھی ہے جس کی نشاندہی ڈاکٹر فرمان جیسے نبض شناس کے علاوہ کئی اور دانش وروں کی بھی ہے لیکن ہمارے دل کے داغ اگر جل اٹھے ہیں تو وہ ڈاکٹر صاحب کی اس رائے سے کہ اے کاش اس ملک میں عربی زبان کا دور دورہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ انگریزی زبان کا ہے تو آج ہمارے اور عرب ممالک کے درمیان بلکہ ہمارے اور عربوں کے درمیان خلیج وسیع حائل نہ ہوتی۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں:

''لحن صریر کی رباعیوں میں درجنوں ایسی ہیں جن میں مصرعے کے مصرعے اور بعض جگہ پورے کے پورے شعر عربی میں ہیں۔ عربی کے فقرے تو اس کتاب کی ہر دوسری رباعی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اس طرز عمل سے خالد کی عربی دانی اور مختلف زبانوں پر دسترس کا سکہ تو قاری کے ذہن میں بیٹھ جاتا ہے لیکن اس سے ان کی شاعری کا وہ حسن اکثر مقامات پر

زائل ہو جاتا ہے جو روزمرہ زبان کے فطری برمحل اور پاکیزہ مصرف کے ذریعے وجود میں آتا ہے۔ظاہر ہے کہ الفاظ یا زبان وبیان کا ایسا فنی عمل جو کلام کی اثر آفرینی میں حائل ہو، مستحسن نہیں ہو سکتا۔امید ہے کہ خالد صاحب میری اس مخلصانہ رائے پر توجہ دیں گے اور اپنے اسلوب کو مزید خراد پر چڑھائیں گے یہ دو سبب سے ضروری ہے اول اس لیے کہ پاک و ہند سے عربی وفارسی کا ذوق رفتہ رفتہ ختم ہوتا جا رہا ہے اور آثار ایسے ہیں کہ آئندہ ان کا ذوق رکھنے والے ڈھونڈے سے بھی نہیں ملیں گے، فارسی کو سمجھنے اور اس سے لطف لینے والے تو خیر اب بھی تھوڑے بہت موجود ہیں لیکن عربی کے مذاق سے ہمارا معاشرہ تقریباً نا آشنا ہے۔(۷)

عربی زبان وبیان کے ذوق وشوق کا فقدان کا یہ خدشہ درست ثابت ہو رہا ہے، عربی تو عربی اب تو اردو کا ذوق وشوق رکھنے والے جنس نایاب ہوتے جا رہے ہیں مگر عبدالعزیز خالد کو اپنے اس خاص اسلوب پر اسقدر اعتماد تھا کہ انہوں نے کسی کی رائے کی پرواہ کیے بغیر بنا تردد کے اپنی شاعری کو جاری وساری رکھا، سچ تو یہ ہے کہ ان کی شاعری کے مجموعوں کا مطالعہ ایک منفرد اور فرحت بخش فضا میں لے جاتا ہے، میں یہاں ان کی چند کتابوں کا طائرانہ جائزہ پیش کرنے کی کوشش کر رہی ہوں،اس امید کے ساتھ کہ شاید ان کی شاعری کے اس منفرد اسلوب کی ایک واضح تصویر سامنے آسکے۔

عبدالعزیز خالد کی شعری کتب سے انتخاب

عبدالعزیز خالد کا مجموعہ کلام برگ خزاں میں قرآن کریم کی آیت نمبر ۲۸۔۳۱ اور عہدنامہ عتیق کے باب پیدائش ب ۴، ۱۔۱۵ کو پس منظر میں رکھتے ہوئے قصہ آدم اور حوا وہابیل اور قابیل بیان کیا ہے۔اس میں ان کی کچھ ابیات مکمل عربی میں ہیں، جو یہاں شامل کی جا رہی ہیں۔آدم کہتے ہیں۔

تَغیرت البلادُ ومَن عَلیھَا فَوجہ الارض مُغبَّر قبیحُ
تغیر کُلُّ ذِی طَعمٍ ولَون وَقلَّ بشَاشَۃُ الوجہ ِالملیحُ
فَوا أسفیٰ علیٰ ھابیلَ ابنی قَتیلاً قَد تَضمَّنہُ الضریحُ
وَجَاوَرنَا عَدُو لیسَ یَفنَی لَعِینُ لایَمُوتُ فَنَستَرِیحُ
أھابیلُ اِن قَتلتَ فَاِنَّ قَلبِی عَلَیکَ الیوم مُکتَئِب قریحُ
أرَی طُولُ الحیاۃِعلی غماً وَمَا أنا فی حیَاتِی مُستَرِیحُ! (۸)

ابلیس کہتا ہے:

تُنحَ عَنِ الجَنَانِ وسَاکِنیھَا فَفِی الفِردَوسِ ضَاقَ بِکَ الفِسِیحُ
وَکُنتَ بِھَاوَزَوجُکَ فِی رِخَاءِ وَقَلبُکَ مِن أذی الدُّنیا مریحُ

فَمَا بُرِحَتْ مَکَایدَتی وَمَکْرِی　　الی ان فاتک الثمن الربیع
ولولا رحمته الرحمن امسی　　بِکَفِّکَ مِن جَنَانِ الخُلدِ ریحُ (۹)

هَاتِف یعنی (هاتف غیبی)
أبَاهَابیل وقدقُتِلَ جمعیاً
وَصَارَالحیُ کالمَیتِ الذبیحُ
وَجَاءَ بَشِرٌقِدْ کَانَ مِنهَا
عَلی خَوفٍ فجَاءَ بهَا یصیحُ
بَنی الدُنیا بَنی لَمعَ السرابِ
لَدوا لِلمَوتِ وَ ابنو لِلخرابِ
فَکُلُکُمْ یَصِیرُالی تبابِ (۱۰)

جناب عبدالعزیز خالدؔ کے تین نعتیہ مجموعوں ''فارقلیط''،''منحمنا'' اور ''لحن حریر'' نے اردو نعتیہ شاعری کو ایک نئی جہت عطا کی ہے۔اس کمال کی شاعری ہے، کہ روانی سے بہتے دریا کا گمان ہوتا ہے جس میں ہر موج کا مدّ و جزر جدا جدا ہے مگر سب کے ایک ساتھ مل کر بہنے سے ایک دریائے لطافت وفصاحت وجود میں آرہا ہے۔عبدالعزیز خالدؔ کی جن زبانوں میں مہارت وقدرت تھی اپنی شاعری میں ان کا بھرپور استعمال کیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے اردو زبان کے خزانہ لغت میں بیش قدر اضافہ کیا۔فارقلیط حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نام نامی ہے جو انجیل میں آیا ہے۔فارقلیط کی ابتداء میں ایک صفحے پر آپ نے انجیل کا ریفرنس دیا ہے لکھتے ہیں۔

''وانا اطلب من الأب فیعطیکم فارقلیط''یوحنا ۱۴:۱۵.۱۶

موجودہ محرف یونانی نام......پیریکلیطاس

اصل، پیریکلیوطاس (کمافی الانجیل برناباس)(۱۱)

فارقلیط کا ترجمہ احمد ہے یا احمد کا ترجمہ فارقلیط ہے، عبدالعزیز خالد نے اپنے مجموعے میں وہ آیت بھی درج کر دی ہے جو قرآن مجید کی سورۃ الصف کی آیت نمبر ۶ ہے۔جس میں حضرت عیسیٰؑ نے بشارت دی ہے کہ میرے بعد جو نبی آئیں گے ان کا نام احمد ہوگا۔عبدالعزیز خالد نے اپنی اس طویل نظم کو سات حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصے کو کتاب کا نام دیا ہے یعنی پہلی کتاب، دوسری کتاب تیسری کتاب وغیرہ ہم نے یہاں وہ اشعار منتخب کئے ہیں جن میں عربی کے الفاظ کا استعمال زیادہ ہے مثلاً

کریمُ السَّجیه جمیلُ الطَّویه　　تو خیرُ البَرِیة، شہ انبیاء ہے

طَلیقُ اللسانِ، فصیحُ البیان سخن سنج حیرت سے منہ تک رہا ہے(۱۲)

عبدالعزیز خالد کی تقریباً تمام تصنیفات اسلامی تاریخ کے بہت سے دریچوں کو وا کرتی ہیں۔وہ تاریخی تلمیحات کا بکثرت استعمال کرتے ہیں، جس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ تاریخ اسلامی سے انکو بے حد لگاؤ اور انسیت ہے، نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے دیگر آسمانی مذاہب کی تاریخ کا بھی گہرا مطالعہ کیا ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید کو بھی اردو شاعری کا پیرہن پہنایا ہے،اسی طرح عربی ادب کا ذوق وشوق کے نتیجے میں بہت سے عربی قصائد کی جھلک انکے اردو اشعار میں واضح نظر آتی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے،

خریدو نہ بیچو نہ رشوت قبولو یہ قاضی شریح آپ سے سن رہا ہے (۱۳)

تاریخی شخصیات کا مطالعہ کس طرح ان کے کلام میں اپنی جگہ بناتا ہے ملاحظہ ہو،

جابجا جلوہ نما ہے غزل حافظ میں ابنِ میسون کے اشعار کی تاثیر خفی
امرو القیس ہو خالد مجھے کیونکر نہ عزیز گونج ہے میرے تغزل میں قِفَانبکِ کی(۱۴)

فُصُوصُ الحِکَم تیری پرمغز باتیں نہاں ان میں رمز دوام و بقا ہے
ضلیع الفم، اشکل العین، ابیض نہ تاب نظارہ نہ تاب ثنا ہے
ہے ضرب المثل خافِضُ الطَّرف اَکحَل یہ اثمد کا سرمہ بھی کحل دجی ہے (۱۵)
رفیعُ العِمَادِ عَظِیمُ الرَّمَادِ طَویلُ النِّجَادِ سراپا سخا ہے(۱۶)
بچایا ہے لوگوں کے نرغے سے تجھ کو کہ فَاصدَع بما تؤمر آشوب زا ہے
فَاِنَّ الهُمُومَ بِقَدرِ الهِمَمِ کا مقولہ تری زندگی سے ملا ہے
جب آیا تو نزدیک قَرنُ الثَّعَالِب مِلاکُ الجِبَال آ کے گویا ہوا ہے(۱۷)
واشکو الی اللہ بثّی وَ حُزنی وہی فیض گستر، وہی غم ربا ہے (۱۸)
کہا اَیُّهَا النَّاس اَفشُو السَّلَامَ کہ امن واماں ہی میں سب کا بھلا ہے (۱۹)
الٰہی! میں ہوں طالب فتح ونصرت لَکَ الخَلقُ وَالامرُ تو کبریا ہے(۲۰)
وَاُملِی لَهم اِنَّ کَیدِی مَتِین خبردار میرا عصا بے صدا ہے (۲۱)
وَاَنتَ المُقَدِّم واَنتَ المُوخر تو منزل ہے مقصود ہے مرتجیٰ ہے (۲۲)
بُرُدُ المَنَایَا تُصِیبُ وتُخطی توکّل بر اسبابِ ظاہر خطا ہے (۲۳)
صیانت ہے لاتَسئَلُوا النَّاسَ شَیئاً تَعَفُّف خوئے مردِ باحوصلہ ہے

سن: اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیکَ		جو بے فیض خرمنِ سوختہ ہے (۲۴)
رفیقُ بَرقَلِیطَس و مَنحَمَنَا		جو کار آزما ثانی اِذھُمَا ہے
سَلامِی عَلَیکُم وَ قَلبِی لَدَیکُم		وِدَاد و محبت کا یہ رابطہ ہے (۲۵)
کہاں نعت و نامِ رسولِ تہامی		کہاں وہ زباں جو کہ لکنت زدہ ہے (۲۶)

حدیث خواب سے انتخاب

قَابَ قوسین اَو اَدنی ہے قدمگہ جس کی		یارب اس خاصہ خاصانِ رسولاں پہ سلام (۲۷)
زہے حلاوت و ذوق حضور و استغراق		خوشا نشاطِ سَنُقرِئُکَ فَلاتَنسیٰ (۲۸)
قَداَسلَمتُ و تَابَعتُ محمدً		تو ناواقف نہیں بارِ خدایا (۲۹)
قَداَسلَمنَا وتَابَعنَا محمدً		اٹھیں گے اب نہ اس کے آستاں سے (۳۰)

عبدالعزیز خالد کے مجموعہ کلام کا حسنِ صورت بھی ان کی افتادِ طبع اور جدت طرازی اور حسن تدبر کی تصویر دکھائی دیتا ہے، انہوں نے اپنی کتابوں کے سرورق اور رسم الخط میں اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کا بڑا انوکھا انداز اپنایا ہے، اگر آپ وہی نسخے دیکھیں جو ۱۹۷۰ سے پہلے کے ہیں خصوصاً ازرداغ دل (۱۹۵۶ء) منحمنا (۱۹۶۶) اورلحن صریر (۱۹۶۷ء) تو آپ ان کے ذوق ہنر کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے، فن مصوری وفن خطاطی کے منفرد نمونے ان میں موجود ہیں۔ اب میں اصل موضوع کی طرف آتی ہوں اور ان کے مشہور و معروف مجموعہ ہائے کلام ''لحن صریر'' سے انتخاب بطور نمونہ پیش کرتی ہوں، ملاحظہ ہوں۔

عبدالعزیز خالد کا مجموعہ کلام ''لحن صریر'' جو ۳۱۳ رباعیات پر مشتمل ہے یہ غزوہ بدر کے مجاہدین کی تعداد کے مطابق ہے اس کی ہر رباعی کسی نہ کسی آیت قرانی، یا حدیث رسول ﷺ کو یا اسکے مفہوم ومعانی کو پیش کرتی ہے یہ مجموعہ کلام بے حد فکرانگیز اور عمیق پیغامات کا داعی ہے اور ان کے اسلوب خاص کا شاہکار ہے، جی چاہتا ہے اس میں موجود ہر رباعی یہاں درج کردوں لیکن چونکہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اس لیے چند رباعیوں پر قناعت کرتی ہوں۔ آپ کا ذوق ادب یقیناً داد دیئے بغیر نہ رہ سکے گا۔

وہ شعر تھا مرغوب رسول عربیؐ
جس میں نہ آمیزش شرک و شرکی
آتا ہے اُمیّہ بن اَبی الصَّلت پر رشک
قَال: ھُو عندَ کُلِ بیتِ آیۃٌ (۳۱)

منظورِ و مرادِ حضرت پیغمبرؐ
ہے اس کی زباں نطقِ خدائے اکبر
کہتا ہے وہی جو اس کا ہے مرتبہ داں
لَو کَانَ نَبِیُّ بَعْدِی کَانَ عمرؓ (۳۲)

عبدالعزیز خالدؔ کی شاعری پر عربی زبان کے اثرات ان کے بعض مجموعہ ہائے کلام میں بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔غالباً جو طبع زاد کلام ہے وہ عربی زبان کی شیرینی واثر انگیزی سے لبالب ہے۔''غزل الغزلات'' چونکہ حضرت سلیمان کا ایک نغمہ ہے جس کا تعلق عبرانی سے ہے۔چنانچہ ہم اسے محض ترجمے کی ہی نظر سے دیکھیں گے البتہ عربی زبان کے استعمال کے حوالے سے ایک خاص تبدیلی جو ہمیں ان کے مجموعہ کلام ''منحمنا'' میں نظر آتی ہے بڑی اہم محسوس ہوتی ہے یہ مجموعہ ۱۹۶۶ء میں زیورِ طبع سے آراستہ پیراستہ ہوا یہ انکا طویل ''میمیا'' قصیدہ ہے جو پانچ ابواب میں منقسم ہے۔اس میں نت نئی جہتوں کا آغاز ہے، چھوٹی چھوٹی خوبصورت کونپلوں کی مانند ان کے کلام کا حسن نکھارتی اپنے وجود کا شدت سے احساس دلاتی عربی تراکیب وتلمیحات استعارے وتشبیہات ان کے نت نئے تجربات کی خبر دے رہے ہیں جبکہ اردو شاعری میں ان سے پہلے کے شعراء جھجکتے ہوئے سہج سہج چلتے ہوئے ایک دوسرے کے نقش کف پا کو بغور دیکھ کر تقلید کے مسلک کو مضبوطی سے تھامے ہوئے شاعری کرتے رہے، خالد اس معاملے میں بے دھڑک بلا جھجک بغیر کسی خوف وخدشے کے مختلف زبانوں کی عبارتوں کو اپنے کلام کی زیب وزینت بناتے ہیں اور بڑے پر اعتماد ہو کر اپنے اس رستے پر رواں دواں رہتے ہیں۔''منحمنا میں قرآنی تلمیحات کا جس طرح استعمال ہوا ہے اس نے اردو نعتیہ شاعری میں خوش آئند روش کو جنم دیا ہے وہ محض چند قرآنی تلمیحات تک محدود نہ رہے جنہیں ان کے اسلاف یکے بعد دیگرے استعمال کرتے چلے آ رہے تھے۔ بلکہ ان کے کلام میں قرآن، حدیث وتاریخ اسلامی کا عمیق مطالعہ کھل کر سامنے آتا ہے۔خالد خود اس بات کو شعری زبان میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

سخن میرا معنون باہمہ ایں ست عہد
بنام شاہد نازک خیالاں یا رسول اللہ! (۳۳)

گرہ کھولی زبان کی رفتہ رفتہ طبع موزوں نے
تھا لکنت کا سبب حرف پریشاں یا رسول اللہ (۳۴)

ہو میرا شعر مصداق نَفَختُ فِیهِ مِن رُوحِی
رہے یہ شمع بجھ کر بھی فروزاں یَارَسُولَ اللّٰہ (۳۵)

وہ لکھتے ہیں:

وہ عَبدُہٗ ورَسُولُہٗ وہ اسمُہٗ اَحْمد
کتاب و حِکَم وَ نبوت کا خَاتِم و خَاتَم (۳۶)

اس شعر میں ''خاتِم'' اور ''خاتَم'' کا خوب استعمال ہے اور یہ عربی زبان سے بخوبی واقف شاعر ہی کر سکتا ہے، قرآن کریم میں لفظ خاتَم سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر۔۴۰ میں استعمال ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو ''خاتَم النبیین''۔ خاتَم اور خاتِم دونوں کلمات آخر، مہر، اختتام، انجام وغیرہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ مشہور و معروف نحویوں اور مفسرین نے ان الفاظ کے معنی اسی طرح بیان کیے ہیں۔

ایک شعر میں جواب آرہا ہے آپ دیکھیں گے کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ایک حدیث کا حصہ ''**کان خُلُقُہٗ قرآن**'' آپ نے بطور تلمیح استعمال کیا ہے۔ صنعت تلمیح کے توسط سے اس شعر میں جو فصاحت و بلاغت پیدا ہوئی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، ملاحظہ کیجیے،

وہ جس کا وصف وبیاں کَانَ خُلُقُہُ القُرآن
جو ہر جہت سے ہے فَخمٌ و مُفَخَّمٌ و اَفْخَمٌ (۳۷)

اس شعر کے دوسرے مصرعے میں فَخَمَ سے مشتق کلمات، فَخمٌ و مُفَخَّمٌ و اَفْخَمٌ کا استعمال کر کے گویا کوزے میں دریا کو بند کر دیا گیا ہے، اس سے ان کے عربی ذخیرہ الفاظ پر گرفت کا اندازہ بھی بخوبی ہو جاتا ہے، اس ضمن میں مزید اضافہ کرتی ہوں، خالد کہتے ہیں،

اسی کو صاحبِ خلقِ عظیم کہتے ہیں
وہی ہے نوع بشر کا مُعَلِّمِ اَعظَم (۳۸)

اَحَد نے بخشی ہے مَا یَنطِقُ کی جس کو سند
وہ نکتہ سنج ہے رمز آشنائے کَیفَ وَ کَم (۳۹)

(مندرجہ بالا شعر میں قرآن سے ماخوذ اس تلمیح سے ان کی قادر الکلامی اور شعر میں معنویت پیدا کرنے کی صلاحیت سامنے آتی ہے، نیز ''کیف وکم'' کی شمولیت سے اس شعر کی معنوی وسعت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے)

کہے جو مُضطَرِب اَعرَابیہ سے لاتَخشِین
پسر ہوں اس کا، تھی جس کی غذا قَدِید وَ عَشَم (۴۰)

(اس شعر میں سیرت رسول ﷺ کے اس مشہور واقعے کی جانب اشارہ کیا گیا جس میں آپؐ ایک بوڑھی عورت سے فرماتے ہیں، ڈرو نہیں میں اس عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت اور سوکھی روٹی کھایا کرتی تھی، قدید خشک گوشت اور عشم خشک روٹی کو کہتے ہیں)

پکارتا ہے پیا پے! اَنَـــا رَســـولُ الله
خیالِ سود و زیاں ہے نہ فکر مدحت و ذَم (۴۱)
ضیاء و زمزمہ بخشے اَصَـمُ و اَعـمَـی کو
بَـحُـکـمِ قُل ھُوَ سخن آشنا لب اَبکَم (۴۱)

صفت ہے عَاصِمٌ و مَعصُومٌ و مُعتَصِمٌ جس کی
جو محتشم کہ ہے تَمثَالِ اِعتِصَامٌ و عِصَمُ (۴۲)

ہے جس کی شان فَـاَوحَـیٰ اِلَیـہِ مَـا اَوحَـیٰ
وہ آسماں خِیَم، اَنجُمُ خَدَمٌ، سپہر حشم (۴۳)

ملا دَنَـــیٰ فَتَـــدلّـــیٰ کا جس کو مجد و شرف
فَلَقِ مِخَائِلُ وَ طُوبیٰ مَحَاسِنُ و مَیسَمُ (۴۴)

ہے غـلـغـلـہ: فَلَنِعمِ المُجِیءُ جَاءَ کا
ہیں فرش راہ دل و دیدہ تن بدن جاجم (۴۵)

ضمیر آیۃ لَـولاکَ وفَـخـرِ مـوجُـودَات
یم مَـکَـارِمِ اَخلاق وژندہ رود کَـرم (۴۶)

عبدالعزیز وہ تلمیحات بھی استعمال کرتے ہیں جو برصغیر کے نعتیہ ادب کے سابقون الاولون نے اپنی نعتیہ شاعری میں

استعمال کیں مثلاً لولاک، اُمی، صل اللہ علیہ وسلم، صلوعلیہ وسلمو تسلیما کن فیکون، یا وہ القاب و صفات جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بیان ہوتی چلی آ رہی ہیں۔مکی مدنی، ھاشمی، مطلبی، یارسول اللہ یانبی اللہ حامد، محمود، احمد نوید مسیحا دعائے ابراھیم وغیرہ لیکن عبدالعزیز خالد نے جو کچھ نیا کام کیا ہے وہ یہ کہ نت نئی تلمیحات اور قرآنی خطابات کو اپنے اشعار میں شامل کیا ہے۔

''حمطایا'' عبدالعزیز خالد کی نعتیہ شاعری پر مشتمل ایک ایسی کتاب ہے جس کا مطالعہ ایمان کو تازہ کرتا ہے۔ان کا ایک مشہور شعر ہے،

جس کا صحیفوں میں نام ہے حمطایا　　جس کو حرا میں ملا پیام اقراء

اسی شعر کے پہلے مصرعے میں ''حمطایا'' جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قدیم کتب میں ہے استعمال کیا اور اپنے مجموعہ کلام کا نام جس میں یہ شعر شامل ہے ''حمطایا'' ہی رکھا۔اپنی اس کتاب کی ابتداء میں انہوں نے اس نام کی مکمل تفصیل اور تشریح بیان کی ہے۔اپنی کتاب ''حمطایا'' کی ابتداء میں عبدالعزیز خالد نے حمطایا کا مکمل تعارف پیش کرنے کے بعد نظم کی شکل میں اس کی ''قاموس'' بڑے جامع اور مدلل انداز میں لکھی ہے، جسکو پڑھ کر قاری کے ذہن میں حمطایا کے مفاہیم و معانی بخوبی واضح ہو جاتے ہیں۔مثال کے طور پر لفظ ''حمطایا'' کے بارے میں مجمع البحار سے معانی اخذ کر کے لکھتے ہیں۔قال ابو عمرا سالتُ بعض من اسلم من الیھود عنہ، فقال: معناہ یَحْمِی الحُرَمَ وَیَمنَعُ مِن الحَرَامِ ویُعطِی الحَلالَ، اس کو اشعار کی شکل میں خالد اس طرح بیان کرتے ہیں۔

کام جس کا ہے اَمر بِالمَعرُوفِ
دے جو انسان کو خیر و شر کا وقوف
کہتے ہیں مُحرّم و مُحلّل جس کو
حرام کام سے انساں کو روکنے والا(۴۷)

مزید کچھ اشعار دیکھیے جن سے عشق رسول میں سرشاری کا اظہار بیساختگی کے ساتھ نظر آ رہا ہے کہتے ہیں،

یَارسولَ اللہ لَبَّیکَ وَسَعدَیکَ کہے
یہ مقیم شہر دور افتادگاں پہ خستہ پا(۴۸)

خبر کرو سپہ کفر و ظلم و عصیاں کو
انا رسولُ اللہِ بُعِثتُ مَرغَمۃً (۴۹)

خطاب جس سے کریں لوگ کہہ کے: اُنظُرنِی
سلام بھیجے جسے رَبِّ قَادرٌ وذُوالمِنَن (۵۰)

کہوں: لَانتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفسِی
یہ رعبِ حسن سے ہے دم بخود لب الکن (۵۱)

خالد بڑی مہارت سے عربی اردو فارسی، عبرانی اور ہندی کے سنہری، روپہلی، ریشمی، اونی اور سوتی تاروں سے اپنے اشعار کی بنت کرتے ہیں جو دیکھنے سننے پڑھنے اور سمجھنے میں کمال ہنر کی داد خوب بڑھ کر وصول کرتے ہیں ذرا دیکھئے کہ اس بُنت کے ذریعے جو چیز وجود میں آرہی ہے یقیناً وہ قاری کے دل و دماغ کو حد درجہ لبھاتی ہوگی، کیونکہ عبدالعزیز خالد تلمیحات کو بڑے واضح اور متاثر کن انداز میں بیان کرتے ہیں، ہاں قاری کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن، حدیث، سیرت اور تاریخ کا کچھ نہ کچھ مطالعہ رکھتا ہو، ایسا
قاری ان اشعار کو پڑھ کر جھوم جھوم جاتا ہے،

کَانَ النبیُ اذا فَرِحَ غَضَّ طَرفَهُ
دیکھا نہ ہم نے ایسا کریم سخا سگال
تیری صفت ہے لیسَ بِفَظٍ ولا غَلِیظٍ
ہے قامت و خلق میں سراپا تو اعتدال
کُنتَ تُداعِبُ الرَّجُلَ اَن یَسُرَّہ
تو نے ابھارے عظمت انساں کے خدو خال
ھذا الامینُ جاءَ رَضِینَا بَحُکمِهِ
ہم کو یہ کہہ نہ سکنے کا ہے آج تک ملال (۵۲)

اے حبیب خدائے بے ہمتا!
لَاشَرِیکَ لکَ وَلَانَدّا
سایہ پروردگار کا تجھ پر
نَحنُ لَانَعدِلُ بِکَ شَئیا

کون تیرے سوا منفس غم!
اَنــت مَــولانــا اَنــتَ سَیِّــدُ نــا
وَجھُکَ کَــانَ قِــطْــعَۃ قَــمــرٍ
سَرِ فاراں سے جو طلوع ہوا
کُــنــتَ شَھــمــاً و اَشھــلَ الــعَیــنَیــن
کوئی ہو گا نہ دلربا تجھ سا(۵۳)

تیرے بارے میں ارباب رائے نے ہر دور میں یہ کہا
وہ حبیب خدا ہے ھُو صَفوۃُ اللہِ من خَلقِہٖ
کام راہ طلب کا وفاداری و استواری کا ہے
ہے عَلیکُم بِدینِ العَجَائز کی رمزنہانی یہی(۵۴)

اطــراف و طَــرائفُ اَحــادیــثُ و حــکــمُ
اُوتیــتُ جــوامــعُ الــکــلــمِ بے شُبھــا
خیــرُ الھــدی ھَــدیُ مُــحــمَّــد! خالد
ہچوں نفس باد صبا غالیہ سا(۵۵)

عبدالعزیز خالد کے کلام میں معنویت بھی موجود ہے ان کی شاعری میں ابہام یا پر اسراریت نہیں جیسا کہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ مختلف زبانوں کے الفاظ استعمال کرنے سے معنویت خارج ہو جاتی ہے۔ بلکہ عربی زبان اور خصوصاً قرآنی آیات کے استعمال سے پر اسراریت یا ابہام کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور موضوع کی معنویت میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ جیسا کہ ان اشعار میں دیکھا جا سکتا ہے،

انــا جبــریــل اَبشِــر یــا مُــحــمَّــد
تو اب سے رَحــمۃٌ لِــلــعَــالَــمِیــن ہے
ابد تک سلطنت تیری رہے گی
تو سلطان سَــمَــــاوَات وزمیں ہے(۵۶)

اب دیکھیے مندرجہ ذیل اشعار میں لـولاک لـماخلقت الافلاک کا استعمال اس کی معنویت اور فصاحت کو بڑھا

رہا ہے۔تلمیحات کے استعمال کا مقصد ہی یہی ہے۔

کرتا ہے خطاب تجھ سے ربُّ الاَربَاب
قَد اٰتینَاک مِن لدُنا ذکرًا
تیرے ہی لئے خالق عزوجل نے
لَولاکَ لَمَا خَلقتُ الافلاکَ کہا(۵۷)

فَسُبحَانَ الذِی اسریٰ بِعَبدِہ
تومہمان الٰـہُ العٰلمین ہے(۵۸)

الاہ ک کو یہاں اسی طرح لکھا گیا ہے جیسا کہ مجموعے میں ہے۔جبکہ یہ ''الہٰ'' ہے۔آ گے لکھتے ہیں۔

فکان قابَ قوسین اوادنیٰ　　تو نور سرمدی کا ہمنشیں ہے (۵۹)

عبدہٗ

عبدالعزیز خالدؔ کا کلام تو ہے ہی منفرد اور کثیر الجہت ،لیکن اگر آپ ان کے مجموعہ کلام کا حسن و جمال دیکھیں تو بھی حیرت میں رہ جائیں وہ اپنے اختراعی ذہن سے عجب کام لیتے ہیں یعنی یہ کہ اس میں کاغذ کا استعمال،سرورق کی مصوری،صفحات کی سجاوٹ،رنگوں کا استعمال و انتخاب اور خطاطی وغیرہ بھی کچھ عام روش سے ہٹ کر دکھائی دیتا ہے۔ سو اس لحاظ سے بھی ان کی کتابیں انفرادیت کی حامل قرار پاتی ہیں،مثلاً کتاب ''عبدہٗ''کو ہی دیکھ لیجئے اول صفحے پر لکھا ہے ''مصنف کے سواد خط میں''اور پوری کتاب شروع سے آخر تک بقلم خود رقم کی ہے۔اپنی اس کتاب میں عربی قواعد کے طریقہ اشتقاق سے بہت کام لیا ہے۔لکھتے ہیں،

وہ شَافِعٌ و مُتَشَفِّعٌ، شَفِیعٌ، و مُستَشفِعٌ　　وہ جس پر عرش سے نازل ہوئی کتاب شفا
طَھُورٌ و طاھِرٌ و طَھِرٌ و مُطَھِرٌ و اَطھَرُ　　وہ مرد حق عَبدُاللہِ ابنُ عَبدِاللہ
کوئی بعد اس کے نہ بار نبوت　　کہاں وہ کہاں دعوی جاہلیت
الاسلام یُھدِم مَا کَانَ قَبلَہٗ　　بُعِثتُ الیٰ اُمَّۃٍ اُمیَّۃٍ (۶۰)

ان اشعار میں صیغہ مبالغہ اور اسم فاعل کا استعمال کتنی روانی سے ہے اور بامعنی بھی،چھوٹی بحر میں اشعار کہنا اور پر مغز و کثیر المعانی پر مشتمل کہنا خصوصاً نعتیہ شاعری میں بے حد مشکل کام ہے جو خداداد صلاحیت کے بغیر ناممکن ہوتا ہے،ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا خاص کرم فرمایا،چھوٹی بحر میں معنویت سے بھر پور یہ نعتیہ اشعار ملاحظہ کیجیے اور ان کے لئے دعائے خیر کیجیے،

وہ حَـــمَّــــالٌ وحَــــامِـــلٌ

وہ قـــوَّالٌ و قَــــائِــــلٌ

وہ عَـــامِـلٌ وعَـــادِلٌ وہ عَـــائِـلٌ

کہ ہے نَـــدَبٌ و بَـــاذِلٌ

وہ رَاجــــــــلٌ وہ رَاجِفٌ (۲۱)

’’عبدہٗ‘‘ میں نت نئے تجربات کیے گئے ہیں گو کہ ان کی تقلید نہیں ہوئی تاہم یہ تجربات اپنی مثال آپ ہیں پڑھنے والے اور سننے والے دونوں ہی مسحور ہو جاتے ہیں ان میں بڑا ربط وضبط، تسلسل اور ردھم پایا جاتا ہے، مذکورہ اشعار میں دیکھئے لفظ نَدَبٌ اور بَاذِلٌ کا استعمال نَدَبٌ کے معانی ہیں فضیلتوں کی طرف پیش قدمی کرنے والا، ذہین، چست، دانا، کم حاجت خوش بیان وغیرہ اور بَاذِلٌ کا مطلب ہے پوری کوشش کرنے والا، کسی کیلئے جان لڑا دینے والا، فیاض اور سخی۔مزید کہتے ہیں۔

اسے زیب دیتا ہے دعویٰ اَنـا السـاعۃ المَوعِدُ کا

ہے بہر خدا اس کی ساری شفاعت

رحیبُ الذّراعِ

عظیمُ اللّواءِ

عتیقُ النَّجّارِ

بعیدُ المُغَّارِ

طویلُ الیَمِینِ

اَغرُّ الجَبِینِ

مکمل کیا اس نے کار رسالت

اٹھائے گا اب تاقیامت

وہ مَدعُو و دَاعِیٌ

وہ مَسئُولٌ و مُعطِیٌ

وہ ھَادِیٌ وہ مَھدِی مِھدَاقٌ و مُھدَی

رَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ شان جس کی

ہے جس کی ندا

قَبلَ اَنْ تَفقِدُونِی سَلُونِی!

ملا جس کو

العجزُ فَخرِی و الطالعُ لِی

انا العَاقِبُ الذِی لیسَ بعدِی نبیٌ (۶۲)

خروشِ خم خالد کا وہ مجموعہ کلام ہے، جس میں نعتیہ کلام کیساتھ ساتھ ملی شاعری بھی ہے ان کی ملی وقومی نظموں پر بھی عربی زبان کے اثرات بڑے واضح اور متاثر کن ہیں، عبدالعزیز خالد نے ۱۹۷۴ء میں ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس کے لیے بھی کلام کہا ہے۔ جناب جمیل الدین عالی کی ایک نظم بھی اس حوالے سے بڑی مشہور ہے جو انھوں نے پاکستان میں ہونے والی اس عظیم الشان کانفرنس کے لیے لکھی تھی وہ کیوں کہ بطور ترانہ گائی گئی تھی اس لیے بے حد مقبول ہوئی، اس کے بول ہیں ''ہم تا بہ ابد سعی و تغیر کے ولی ہیں۔ ہم مصطفوی مصطفوی مصطفوی ہیں''۔ جبکہ عبدالعزیز خالد کی اس نظم کو نہ گائے جانے کی وجہ سے ایسی شہرت نہ مل سکی تاہم عبدالعزیز خالد کی اس نظم میں جو اشعار یا مصرے یا مصرعوں کے حصے عربی میں ہیں وہ بہت اثر انگیز، کثیر المعانی اور جامع الصفات ہیں۔ چند ابیات ملاحظہ ہوں، یہاں وہ اشعار شامل کیے جا رہے ہیں جن میں عربی کے الفاظ، کلمات، تراکیب یا قرآنی آیات یا ضرب المثل ہیں، اس لیے ہوسکتا ہے کہ تسلسل ایسا نہ بن سکے جیسا کہ اس نظم میں پایا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں:

ہے یہ تقریب ان اولو العزمانِ عالی شان کی　　جن کی خاطر ہر طرف نوروز کا منظر کھلا
ہے یہ آمد اپنے گھر سے اپنے گھر تک کا سفر　　اے ضیوفِ مقتدر اهلاً و سهلاً مَرحَبا
عمر بھر جو خواب دیکھا حضرت اقبال نے　　ہے اسی کی اک جھلک القِمَّةُ الاسلامِیة
اختلافُ امَّتِی رَحمةٌ ہے رمز اتحاد　　ہے تنوع پر مدار گردش ارض و سما
ان وعدَ اللهِ حقٌ فاصْبِرُ وا کے ساتھ ساتھ　　سن رہے ہو مَا تَقولُ الطَیرُ فِی جوفِ السَمآءِ
ظالموں کو چین لینے دو نہ زیر آسماں　　کُلُّ یومٍ مُستَقَرٌّ اَلیَومُ یومُ اَلمَلحَمَةِ
اے مسلماناں یُوَفّی الصَّابِرون اَجرَهُم　　تا قیامت ہے مکافاتِ عمل کا سلسلہ
شانِ و شوکت دختر صیُّون کی جاتی رہے　　یا مُجیبُ و مُحسِنُ اَحسِنْ فِی جَمِیعِ اَحوَالِنَا
یاالٰهی ذلکَ نَحنُ و فِینَا الصَّالحُون　　کی نکو کاروں کو دیتا ہے بدوں کی تو سزا
ہم تحیر پیشگاں کو ہے غم نا محرمی　　یاغیاثَ المُستغِیثِینَ اِلَیکَ المُشتکی (۶۳)

اپنے مہمانوں کو ایک اور نغمہ بعنوان ''حرف تبریک'' میں اس طرح خوش آمدید کہتے ہیں:

ہم اپنے صاحب اقبال مہمانوں کو
سلام کرتے ہیں خوش آمدید کہتے ہیں

تجھے پکارتے ہیں تیرا نام لیتے ہیں
تَبارَکَ اِسمُکَ یَاذَالجلالِ والِاکرَام
یُجَاھِدُونَ بَاَموَالِھِم و اَنفُسِھِم
عطا ہو ان کو فلاح و صلاح و استحکام
ہیں بے اثر مگر امت ترے حبیب کی ہیں
ہو بارے حسب مرادان کے گردش ایام (۶۴)

جناب حسرت کاس گنجوی نے خالد کے بارے میں اپنی کتاب ''بیسویں صدی میں اردو ادب'' میں ایک مضمون لکھا ہے۔جس کا نام ہے عبدالعزیز ایک انوکھا شاعر'

ان کے انوکھے پن کے متعلق لکھتے ہیں:

''خالد کی شاعری کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ خالد کی شخصیت کو سمجھا جائے،خالد کا مطالعہ وسیع ہے،انہیں کئی زبانوں پر عبور ہے،انجیل،توریت،زبور خواہ جس حالت میں بھی ہیں انھوں نے تفصیل سے پڑھی ہیں۔مختلف مذاہب میں خدا کا جو بھی تصور ہے،وہ اس سے واقف ہیں اور اس لیے انھوں نے دنیا کی قوموں کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اور بہت سے نتائج اخذ کیے ہیں۔ان تمام قوموں کی تاریخ کو وہ قرآن پاک کی روشنی میں دیکھتے ہیں اور اس کے بعد مسلمانوں کے عروج وزوال پر بھی نظر رکھتے ہیں اور ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ وہ نظم کرنے کی قدرت بھی رکھتے ہیں بلکہ قادر الکلام ہیں''۔(۶۵)

خالد نے اردو الفاظ کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔یوں تو اردو شاعری میں سب سے زیادہ الفاظ میر انیس نے دیئے ہیں۔انیس الفاظ سازی کے بادشاہ تھے۔وہ جس طرح چاہتے الفاظ تراش لیتے تھے۔ان کے بعد اقبال اور جوش نے نئے نئے الفاظ تراشے اور اردو ادب میں بیش بہا اضافہ کیا۔(۶۶)

اردو زبان ایک خوش نصیب زبان ہے جس کے الفاظ میں کثرت سے اضافہ ہو رہا ہے اور اس اضافے کی بدولت وہ بڑی مال دار زبان بن رہی ہے۔حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جیسے عربی اپنے اندر اجنبی و عجمی الفاظ کو سمونے سے انکار کرتی ہے،اردو دیگر اقوام کی زبانوں کے الفاظ کو اپنے اندر سمونے کی اتنی ہی گنجائش رکھتی ہے یہ دونوں زبانوں کے خصوصی وصف ہیں۔اور دونوں کے لیے مفید اور مثمر بھی۔خالد نے اردو زبان کی اس خوبی اور خصوصیت سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور بلا جھجک اٹھایا۔یوں وہ اردو کو سخی داتا بن کر نوازنے والے بن گئے۔حسرت کاس گنجوی کہتے ہیں،

''خالد نے فکر و سخن میں بڑی جانفشانی سے کام لیا ہے بلکہ اسے ریاضت کے طور پر برتا ہے۔بہت مختصر سے عرصے میں انھوں نے بہت سی کتابیں تخلیق کیں وہ زود گو ضرور ہیں مگر پُر گو نہیں۔وہ مشاعروں کے شاعر نہیں،

وہ بہت خاموشی سے کام کرنے والے ہیں۔(۶۷)

خالد کی کتاب ''فارقلیط'' جس کا ذکر میں کر چکی ہوں، جناب کاس گنجوی اس سے بے حد متاثر ہیں اور ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں،

''فارقلیط ضخیم کتاب ہے جس کی تخلیق میں خالد نے بڑی جگر کاری کی ہے۔قدیم زمانے کے اسما، القاب اور تشبیہات وتلمیحات کا اس روانی سے استعمال بہت مشکل تھا، یہ ایک قادر الکلام شاعر ہی کے بس کی بات تھی۔ یہ ایک نعتیہ نظم ہے اور سات ابواب میں منقسم ہے۔انجیل میں حضرت عیسیٰ نے فارقلیط کی پیش گوئی کی تھی پوری نظم اختتام تک غزل کے انداز سے قوافی اور ردیف کی پابند ہے۔اسے پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ خالد کے ہاں آمد ہے ان کے ہاں جذبہ اور علمیت ہے۔ان کے ہاں پوری پوری آیات، فقرے اور جملے مصرعوں کی شکل میں ملتے ہیں۔(۶۸)

مثلاً،

مٹی کا یہ برتن اک دن آخر ٹوٹے جیون پد کا ساتھ ہے کچا چھوٹے
آمنتُ بِکَ ربِّ توکلتُ علیکَ ہیں تیرے سوا سارے سہارے جھوٹے(۶۹)

کم کھانا، کم سونا، اکثر رونا اکسیر ہے مٹی کو بنا دے سونا
کل بنی آدم خطا پر خیرُ الخطّائین التوّابون(۷۰)

مطاع آدم و انجم متاع لوح وقلم محمدؐ اُمّی، محبوبؐ کبریا صلعم
محمد انجمن کن فکاں کا صدر نشیں محمدؐ افسر آفاق و سروؐر عالم
وہ عبدُہٗ رَسُولُہ اِسمُہٗ اَحمدُ کتاب وحکم ونبوت کا خاتم وفاتم(۷۱)

وفا راشدی بے حد اچھے لکھاری ہیں، خالد کے بارے میں ان کی رائے قابل توجہ ہے۔کہتے ہیں:

''خالد نے اپنی شاعری کو بہت سی فرسودہ رسوم وقیود سے آزاد کرالیا ہے۔انھوں نے شاعری میں اتنے انوکھے اور موہ لینے والے تجربے کیے ہیں کہ اردو ادب کا قاری انھیں کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتا۔(۷۲)

وفا راشدی نے خالد، ایک نیا آہنگ، کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے جو خالد کی شاعری پر مدلل کتاب ہے۔ وہ خالد کی شاعری میں شامل مشکل الفاظ کے حوالے سے بڑی پیاری بات کہتے ہیں جو میرے بھی دل کی آواز ہے، وہ کہتے ہیں:

''ممکن ہے بعض لوگ ان کی شاعری پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہوں کہ ان کے ہاں الفاظ ثقیل ہوتے ہیں، بغیر

ڈکشنری کے قاری آگے نہیں بڑھ سکتا، استعارے اور تشبیہات اور تاریخی حوالے زیادہ ہوتے ہیں یہ صحیح ہے لیکن ایک لمحے کے لیے سوچیے کہ کیا یہ ضروری ہے کہ آپ کو سمجھانے کے لے شاعر آپ کی سطح پر ہی اتر آئے۔(۷۳)

عبدالعزیز خالد کے لیے یہی کہا جا سکتا ہے کہ دور حاضر کے نعت گو شعراء میں ان کا مقام بہت نمایاں اور کلام بہت منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ان کی عمیق نظر، وسعت علمی، سلاست و روانی لب و لہجے کا رعب و دبدبہ کٹھن اور مشکل مراحل کو بآسانی عبور کرنا، عربی قصائد اور فارسی تغزل کو یکجا کر کے اردو و ہندی سے خمیر اٹھانا وہ صفات ہیں جو ان کو باقی شعراء سے ممتاز کرتی ہیں۔یہ وہ خداداد صلاحیتیں ہیں جو اللہ تعالی نے انہیں عطا فرمائیں اور انھوں نے اپنی ان صلاحیتوں کو بھرپور طریقے پر استعمال کرتے ہوئے کلام ربانی و احادیث نبوی ﷺ کے فروغ کا کام کیا۔اللہ ان کے اس کام کو قبول فرمائے اور ہمیں اس کی ترویج و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

مراجع وحواشی

(۱) قاسم محمود، سید، پاکستان کے نعت گو شعرا، ص ۲۶۲، جلد اول، ہارون اکیڈمی، اورنگی، ۱۹۹۳ء

(۲) عبدالعزیز خالد، زرداغ دل، ص:۴۲۹، مکتبہ شعور، صدر کراچی، ۱۹۵۶ء

(۳) زرداغ دل۔ص:۴۳۳ (۴) ایضاً ص:۴۳۵

(۵) نیا اور پرانا ادب، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ص ۱۷۳، الاعجاز پبلی کیشنز، لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۷ء

(۶) ایضاً (۷) ایضاً ص:۱۸۰

(۸) عبدالعزیز خالد، برگ خزاں، ص:۶۲، دوآبہ کوآپریٹو پبلشرز لمیٹڈ کراچی، طبع دوم 1964

(۹) ایضاً (۱۰) برگ خزاں، ص:۶۳

(۱۱) ،عبدالعزیز خالد، ص:۵، فارقلیط ایوان پبلشرز 4، پہلی بار ستمبر 1964

(۱۲) ایضاً ص: (۱۳) فارقلیط۔ص:190 (۱۴) فارقلیط۔ص:37 (۱۵) ایضاً۔ص:24

(۱۶) ایضاً۔ص:28 (۱۷) ایضاً۔54 (۱۸) ایضاً۔ص:90 (۱۹) ایضاً۔ص:94

(۲۰) ایضاً۔ص:107 (۲۱) ایضاً۔ص:114 (۲۲) ایضاً۔ص:119 (۲۳) ایضاً۔ص:121

(۲۴) ایضاً۔ص:158 (۲۵) ایضاً۔ص:234 (۲۶) ایضاً۔ص:248

(۲۷) عبدالعزیز خالد، حدیث خواب، ص:۱۴۸، ماورا پبلشرز راولپنڈی جولائی 1974ء

(۲۸) ایضاً۔ص:150 (۲۹) ایضاً۔ص:172 (۳۰) ایضاً ص:۲۰۸

(۳۱) عبدالعزیز خالد، لحن صریر، ص:۲۵۵، کراچی۔ا (۳۲) ایضاً ص ۱۱۱

(۳۳) عبدالعزیز خالد، منحمنا، ص:۱۹، کراچی۔طبع اول ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء

(۳۴) ایضاً ص:۲۰ (۳۵) ایضاً ص:۸ (۳۶) ایضاً (۳۷) ایضاً۔ص:۱۵

(۳۸) ایضاً ص:۱۰ (۳۹) ایضاً ص:۱۹ (۴۰) ایضاً ص:۲۳ (۴۱) ایضاً ص:۲۶

(۴۲) ایضاً،ص:۲۹　(۴۳) ایضاً،ص:۳۷　(۴۴) ایضاً　(۴۵) ایضاً،ص:۳۸

(۴۶) ایضاً،ص:۴۵　(۴۷) عبدالعزیز خالد،حمطایا،ص:۵۔۶،مقبول اکیڈمی،لاہور،اپریل۱۹۷۶ء

(۴۸) ایضاً،ص:۱۲　(۴۹) ایضاً،ص:۱۶　(۵۰) ایضاً۔ص:۱۷　(۵۱) ایضاً۔ص:۱۸

(۵۲) حمطایا،ص:۴۲۔۴۳　(۵۳) ایضاً،ص:۲۹۔۳۰　(۵۴) ایضاً،ص:۵۱　(۵۵) ایضاً۔ص:۶۶

(۵۶) ایضاً۔ص:۷۳　(۵۷) ایضاً،ص:۶۴　(۵۸) ایضاً،ص:۷۵　(۵۹) ایضاً،ص۔۷۶

(۶۰) عبدالعزیز خالد،عبدہ،ص:۱۹،نعت اکادمی،فیصل آباد،طبع الاول ۵ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

(۶۱) ایضاً،ص:۲۰　(۶۲) ایضاً،ص:۵۲۔۵۳

(۶۳) عبدالعزیز خالد،خروش خم،ص ۱۳۳تا۱۳۹،شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز،لاہور،طبع سوئم،اگست ۱۹۷۶ء

(۶۴) ایضاً۔ص:۱۴۱

(۶۵) حسرت کاس گنجوی،ڈاکٹر،ص ۳۹۶،بیسویں صدی میں اردو ادب،کراچی،باراول،۱۹۸۸

(۶۶) ایضاً،ص:۳۹۸　(۶۷) ایضاً،ص:۴۰۰　(۶۸) ایضاً،ص:۴۰۲　(۶۹) ایضاً،ص:۴۰۵

(۷۰) ایض،ص:۴۰۶　(۷۲) ایضاً،ص:۴۰۷　(۷۳) ایضاً،ص:۴۱۴(عبدالعزیز)